دُعا ان افضال کو جذب کرنے کا بڑا ذریعہ ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱؍جنوری ۱۹۷۷ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان ہی نہیں رکھتے اور دہریہ ہیں۔ دعا کو نہ سمجھتے ہیں نہ اس کے قائل ہیں کیونکہ دعا تو ایک کامل ہستی سے جو قادرِ مطلق ہو اور تمام صفاتِ حسنہ سے متّصف ہو اور کوئی چیز اس کے آگے انہونی نہ ہو کی جاتی ہے لیکن جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ دنیا اندھی، اندھیروں میں ''پلسیٹے'' کھا رہی ہے، کروٹیں بدل رہی ہے ان کو دعا کا تصوّر ہی نہیں آ سکتا۔

مگر وہ لوگ جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں وہ بھی آگے مختلف گروہوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے (جس کی اکثریت یہودیوں میں پائی جاتی ہے) جو کہتے ہیں کہ اللہ ہے تو سہی، اس نے دنیا کو پیدا کیا اور انسان کو بھی پیدا کیا لیکن انسان کے ساتھ اس کا ذاتی تعلق نہیں ہوسکتا۔ وہ Impersonal God پر ایمان لاتے ہیں یعنی وہ انسان سے ذاتی تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس نے قانون قدرت بنایا ہے اور اس کے مطابق اس دنیا کو وہ چلا رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہو اور اس نے اس جہان کو پیدا کیا ہو، وہ خالق عالمین تو ہو ہر دو جہان کو خلق کرنے والا تو ہو لیکن ایک قانون کے مطابق اپنی حکومت کو جاری رکھے اور کسی ہستی سے اس کا ذاتی تعلق نہ ہو تو کسی ہستی کی طاقت میں یہ نہیں کہ وہ دعا کے ذریعے اس کے فضلوں اور اس کی عنایات کو جذب کر سکے۔ اس گروہ کا اثر یا اس خیال کا اثر یہودیوں سے باہر بھی نکلا اور بہت سے عیسائی بھی ایسے خدا کے

قائل ہو گئے جو دعاؤں کو نہیں سنتا۔ اس قسم کی باتیں بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ انسان کوئی اتنا اہم تو نہیں ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے دعائیں کرے اور اس کی دعائیں قبول ہو جائیں۔ یہ تو درست ہے کہ انسان لاشئ محض ہے لیکن اگر خدا نے اس کو اپنے قرب کے لئے پیدا کیا ہے تو قرب کے دروازے کھولنے کے لئے ہمارے نزدیک ایک بڑا ذریعہ اس نے دعا کا بھی رکھا ہے۔ بہرحال عیسائیوں میں بھی اس قسم کے لوگ پیدا ہوئے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انسان سے ذاتی تعلق نہیں رکھتا اس لئے دعا کرنا یا نہ کرنا برابر ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ممکن ہے کہ مسلمانوں میں سے بھی کچھ ایسے لوگ ہوں لیکن مجھے ان کے متعلق کوئی خاص علم نہیں۔ اگر کوئی ہوگا تو اِکّا دُکّا ہوگا کہ جو ان کے زیرِ اثر اس قسم کا خیال رکھتا ہو۔ لیکن ایک بڑا گروہ اسلام میں ایسا پیدا ہو گیا جس نے قانونِ قدرت یا قضا و قدر کی تفسیر اور اس کے معنے ایسے کر دیئے کہ جس سے وہ دعا کے اس معنی میں قائل نہیں رہے کہ انسان دعا کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو سُنے اور وہ متصرف بالارادہ ہستی اپنی ظاہری قضا و قدر میں تبدیلیاں پیدا کرے بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دعا بھی دیگر عبادات کی طرح محض ایک عبادت ہے اور اس کی قبولیت کے اس سے زیادہ معنی نہیں ہیں کہ دعا کرنے والے کو دوسری دنیا میں یا اس دنیا میں کوئی ثواب مل جائے۔ یہ نہیں کہ دعا اس معنی میں قبول ہوگی کہ جو مقصد ہے جسے دعا کرنے والا حاصل کرنا چاہتا ہے، عاجزی اور انکساری کے ساتھ اور دعا کی شرائط کے ساتھ وہ مقصد اسے حاصل ہو جائے۔ اس قسم کے غلط معنی کرنے کے نتیجہ میں وہ مذہب جو نوعِ انسانی ایک زندہ اور پختہ تعلق اپنے رب سے پیدا کرنا چاہتا تھا اسی کے ماننے والوں نے یہ دروازہ مسلمانوں پر بند کر دیا یعنی ان پر جو ان کے ہم خیال تھے لیکن ہمارا یہ مذہب نہیں ہے۔

دہریہ بھی دعا کے اور اس معنی میں دعا کے کہ اس سے کوئی مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے اور جو چیز مانگی جائے وہ مل سکتی ہے، قائل نہیں ہیں۔ وہ یہ عقیدہ ہی نہیں رکھتے وہ خدا کو ہی نہیں مانتے اور جو مانتے ہیں جیسا کہ میں نے بتایا ہے وہ مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔ اور امتِ مسلمہ میں ایک حصہ ایسا پیدا ہو گیا جس نے کہا کہ دعا سے ثواب تو ملتا ہے لیکن وہ دعا کی قبولیت کے اس معنی میں قائل نہیں ہیں کہ مثلاً یہ دعا کی جائے کہ کوئی عزیز بیمار ہے، اللہ تعالیٰ فضل کرے اور اس

کو صحت دے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ قضاوقدر ہے اگر اس کی صحت مقدر ہے تو ہو جائے گی لیکن دعا کے نتیجہ میں نہیں ہوگی اور اگر اس نے مرنا ہے تو مرجائے گا دعا اس کو فائدہ نہیں دے سکتی۔

ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قضاوقدر کے متعلق صحیح مفہوم سکھایا ہے۔ اس لئے ہم یہ نہیں مانتے بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ تو درست ہے کہ انسان کے ساتھ خیر بھی اور شر بھی لگی ہوئی ہے لیکن یہ درست ہونے کے باوجود ہم عقیدہ یہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قضاوقدر کو اسباب کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ یہ ہے قضاوقدر۔ یہ نہیں کہ اگر مقدر ہے تو تمہارا پیٹ بھر جائے گا روٹی کھاؤ یا نہ کھاؤ۔ اگر مقدر ہے تو تمہاری پیاس بجھ جائے گی پانی پیئو یا نہ پیئو۔ اگر مقدر میں نہیں تو روٹی کھاؤ گے تب بھی بھوک لگی رہے گی، پانی پیئو گے تب بھی پیاس لگی رہے گی۔ اگر مقدر ہے تو بیمار اچھا ہو جائے گا دوائی کے اثر کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور اگر مقدر نہیں ہے تو آدمی مر جائے گا پھر بھی دوائی کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس قسم کی تقدیر کے ہم قائل نہیں۔ جو لوگ قضاوقدر کو غلط معنی میں لیتے ہیں ان کو بھی یہاں پر آ کے سمجھ نہیں آتی کہ وہ کیا جواب دیں کیونکہ جہاں تک ظاہری اسباب کا سوال ہے وہ انکار نہیں کر سکتے۔ وہ یہ تو مانتے ہیں کہ قضاوقدر کے باوجود دوا میں اثر ہے، وہ یہ تو مانتے ہیں کہ قضاوقدر کے باوجود اغذیہ میں کھانے کی چیزوں میں یہ اثر ہے کہ وہ ہماری ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں۔ محض قضاوقدر کا جو مسئلہ انہوں نے بنایا ہے اس کے نتیجہ میں پیٹ نہیں بھرا کرتے۔ یہ نہیں کہ جی اگر مقدر ہوگا تو بغیر کھانے کے پیٹ بھر جائے گا اور اگر مقدر نہیں ہوگا تو کھانے کے باوجود پیٹ نہیں بھرے گا۔ یہ تو نہیں۔ اس کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہ خدا کی تقدیر ہے لیکن قضاوقدر کے باوجود وہ یہ نہیں مانتے کہ اگر مقدر ہے تو دوا کے ساتھ مریض اچھا ہو جائے گا اور اگر مقدر نہیں ہے تو اس کو دوا ہی میسر نہیں آئے گی بلکہ ان کی بھول بھلیاں ہیں وہ صحیح راستے پر نہیں آتے۔

ہمارا یہ ایمان ہے کہ قضاوقدر کو خدا تعالیٰ نے اسباب کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ نظامِ اسباب میں ایک تو مسبّب ہے اور ایک اس کا اثر ہے یعنی مؤثر اور متاثر ہونے والی چیزیں جس کو Cause and effect کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے اپنی قضاوقدر کو باندھا ہے یہ عام قانون ہے۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ اَللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمۡرِہٖ ظاہری قوانینِ قدرت

میں جو اسباب ہیں ان کے پیچھے اور بھی ہیں اور ہمیں نہیں پتہ کہ کتنے اسباب چل رہے ہوں گے ظاہر میں جو قوانین چل رہے ہیں بعض دفعہ ان کو اللہ تعالیٰ بدل دیتا ہے اور یہ بھی باطنی قوانینِ قدرت کے مطابق ہوتا ہے اور ظاہری سامان کا نتیجہ وہ نہیں نکلتا جو عام طور پر نکلا کرتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا گیا تو بظاہر آگ کا کام یہ ہے کہ وہ ذریعہ ہے اور سبب ہے جلانے کا، قضاوقدر میں یہ ہے کہ آگ جلائے گی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہ عام قضاوقدر نہیں چلی بلکہ خدا تعالیٰ کا ایک خاص قانون جو اس کی اپنی قضاوقدر پر تصرّف کرنے والا تھا آ گیا۔ عام حالات میں ٹھیک ہے کہ آگ ہمیشہ جلائے گی سوائے اس وقت کہ جب خدا تعالیٰ کہے کہ نہ جلا پھر وہ نہیں جلائے گی۔ خدا تعالیٰ نے جو قوانین قدرت بنائے جو قضاوقدر بنائی وہ خدا تعالیٰ پر تو حاکم نہیں بن جاتی۔ حکومت تو اللہ تعالیٰ ہی کی رہتی ہے، ان اسباب کے پیدا کرنے کے بعد بھی جیسا کہ ان اسباب کے پیدا کرنے سے پہلے بھی اسی کی حکومت تھی۔ اَلۡحُکۡمُ لِلّٰہِ ازل اور ابد دونوں کو مستلزم ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ خدا تعالیٰ کی ذات تو بالائے زمان ومکاں ہے اور اس کا تصوّر ہماری عقل اور ہماری سمجھ نہیں کر سکتی۔ بہرحال اَلۡحُکۡمُ لِلّٰہِ حکم خدا ہی کا چلتا ہے لیکن کبھی خدا اپنے بندوں کو آزمانا چاہتا ہے، اس کا حکم چلتا ہے اور اس کے بڑے پیارے بندوں کا امتحان لیا جاتا ہے۔ اس عظیم ہستی کا بھی امتحان لیا گیا اور اس کو اور اس کے ساتھیوں کو ابتلا میں ڈالا گیا جس کے متعلق یہ کہا گیا تھا کہ ہر دو جہان اسی کی خاطر پیدا کئے گئے ہیں جس کی خاطر ہر دو جہان کو پیدا کیا گیا اسی کے خلاف مکی زندگی میں ہر دو جہان کو کر دیا گیا اور وہ ہمارے لئے اسوہ ہے کہ ہم نے اپنے رب سے جو رشتہ اور تعلق قائم کیا ہے اس میں کبھی کمزوری نہیں آنے دیں گے۔ یہ تو ہمارا عقیدہ ہے اور ہمارا عزم ہے کہ ہم اس پر قائم رہیں گے اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم کبھی بھی اس کے دامن کو اپنے ہاتھ سے چھوڑنے والے نہ ہوں۔ تاہم اس وقت میں دعا کی بات کرنا چاہتا ہوں۔

ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور جسمانی اسباب کو پیدا کیا اور ان کو قضاوقدر سے باندھ دیا اسی طرح روحانی اسباب بھی ہیں وہ لوگ جو جسمانی اسباب کا اور مساوی اسباب کا تو ذکر کرتے ہیں اور ان پر ایمان لاتے ہیں، بیماری کی حالت میں دوائیں

استعمال کرتے ہیں بھوک ہوتو کھانا کھاتے ہیں لیکن جو روحانی اسباب ہیں ان کے وہ منکر اور ان کی اہمیت سے غافل اور ان سے لاعلم ہیں ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں بلکہ ہم ظاہری سامانوں کو بھی اسی طرح خدائی تقدیر کے ساتھ بندھا ہوا پاتے ہیں جس طرح کہ روحانی سامانوں اور اسباب کو خدائی تقدیر کے ساتھ بندھا ہوا پاتے ہیں اور جو روحانی اسباب ہیں ان میں سے ایک بڑا سبب دعا ہے۔

ہم دعا پر ایمان لاتے ہیں۔ اس معنی میں کہ جب خدا تعالیٰ محض اپنے فضل اور اپنی رحمت سے اپنے بندوں کی دعا کو قبول کرتا ہے تو اس کا اثر اس سے زیادہ ہوتا ہے جتنا کہ مثلاً پیٹ بھرنے کے ظاہری سامان کا اثر ہوتا ہے کہ روٹی کھا کر ایک سیری حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ سیری جو غذا سے ہمیں حاصل ہوتی ہے اس کا تعلق اس دنیوی زندگی کے ساتھ ہے لیکن یہ سیری جو دعا کے ذریعے ہمیں حاصل ہوتی ہے اس کا تعلق اِس زندگی کے ساتھ بھی ہے اور اُس زندگی کے ساتھ بھی۔

یہ عقیدہ رکھنا جو اسلام نے ہمیں سکھایا ہے بڑی برکات کا موجب ہے۔ امت محمدیہ کی تاریخ پر ہم نظر ڈالیں تو اللہ تعالیٰ کے جو فضل امت محمدیہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل نازل ہوئے ان فضلوں کو جذب کرنے والی ایک بہت بڑی چیز، ایک بہت بڑا سبب ہمیں دعا نظر آتی ہے۔ دعا کے اثر سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں اور عرب والوں کی زندگیوں میں ایک انقلابِ عظیم برپا کر دیا تھا۔ وہاں آپ کے پاس کوئی ظاہری سامان تو نہیں تھے لیکن اس روحانی ہتھیار کے ساتھ یعنی دعاؤں کے ساتھ جو آپ نے ان لوگوں کے لئے کیں اور نوع انسانی کے لئے کیں ان میں ایک زندگی پیدا کر دی۔ مُردہ لاشے تھے وہ جنہیں زندہ کہنا بھی زندگی کی تحقیر کرنا ہے ان لاشوں میں ایک زندگی پیدا کی، ایسی زبردست زندگی کہ دنیا نے اس قسم کی حیات، اس قسم کی زندگی اپنی تاریخ میں کبھی نہیں دیکھی۔ لیکن چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اس لئے آپ کے بعد جو خدا تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنے والے آئے ان کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں اور آپ کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے ملک ملک اور قریہ قریہ میں اسی قسم کے انقلاب بپا کئے۔ پس ہمارا توکل اور ہمارا بھروسہ اور ہماری طاقت کس چیز میں ہے (طاقت کے ساتھ میں

کہتا ہوں کہ جسمانی طاقت نہیں ہے)۔ ہمارا بھروسہ اللہ پر ہے اور ہمارا توکل اللہ پر ہے اور ہماری طاقت ان دعاؤں میں لپٹی ہوئی ہے جو ہم عاجزی کے ساتھ اور انتہائی تضرّع اور ابتہال کے ساتھ اپنے رب کے حضور کرتے ہیں اور پھر وہ اپنے فضل سے ان کو قبول کر لیتا ہے۔

انسان کی زندگی میں، قوموں کی زندگی میں اور ملکوں کی زندگی میں بعض ایسے دن آتے ہیں کہ جب انہیں دعاؤں کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر قوم اور ہر ملک جہاں انتخابات ہونے کا زمانہ آ جائے تو ان کا وہ زمانہ بڑا نازک زمانہ ہوتا ہے اور اس زمانہ میں ایسے ملک کو ان دعاؤں کی ضرورت ہوتی ہے جو دعائیں کہ دعا پر یقین رکھنے والے گروہ کرتے ہیں۔ پس اب جبکہ انتخابات کا اعلان ہو چکا ہے جماعتِ احمدیہ کے افراد کا یہ فرض ہے کہ وہ یہ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ اس نازک دور میں جو انتخاب کا دور ہے ایسے سامان پیدا کرے کہ اس کے نتائج ملک اور قوم کے لئے مفید نکلیں اور وہی جانتا ہے کہ قوم اور ملک کے لئے کون سے نتائج مفید ہو سکتے ہیں۔ ہم اس کے عاجز بندے تو دو گھڑی بعد کی بھی خبر نہیں رکھتے، دو سیکنڈ بعد کی بھی خبر نہیں رکھتے لیکن وہ تو علّام الغیوب ہے اس لئے بغیر کسی قسم کے تعصب اور غصہ کے، خالی الذہن ہو کر اور اس پیار میں شدت پیدا کر کے جو ہمارے دلوں میں اپنے ملک اور قوم کے لئے ہے ہمیں یہ دعا کرنی چاہیئے کہ اے خدا! انتخابات کا یہ زمانہ ہے انتخابات کے نتائج کو قوم کے لئے اور ملک کے لئے اور ہمارے لئے مفید بنا اور فتنہ اور فساد اور تنزل سے ہماری زندگیوں کو (ہم بھی قوم کا ایک حصہ ہیں) اور ہماری قوم کو اور ملک کو محفوظ رکھ۔

خدا کرے کہ ہمیں ایسی دعاؤں کی توفیق بھی ملے اور اللہ کرے کہ وہ اس قسم کی توفیق ہو کہ وہ اسے قبول بھی کر لے اور ملک کے استحکام اور ملک کی ترقی اور ملک میں امن اور آشتی کا ماحول پیدا کرنے کے سامان پیدا ہو جائیں۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا کہ ''نماز جمعہ کے بعد میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل کی نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔ چند گھنٹے ہوئے یہ اطلاع ملی ہے کہ قادیان میں ان پر دل کا حملہ ہوا تھا۔ انہوں نے بڑی خدمات کی ہیں۔ دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں اور خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں بلند درجات عطا فرمائے''۔ (روزنامہ الفضل ربوہ ۲۶؍فروری ۱۹۷۷ء صفحہ ۲ تا ۴)